ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد باغبانپورہ، لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 - ☎ - 042 - 6861584 / 042 - 6551774

تعمیرِ وطنِ آخرت

عارف باللہ حضرتِ اقدس

مولانا شاہ

حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

انجمن

اِحیاءُ

السُّنّہ

(رجسٹرڈ)

● نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور

سلسلۂ اشاعت دعوۃ الحق نمبر ۲۳۶

نام وعظ ــــــ تعمیرِ وطنِ آخرت

واعظ ــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع و مرتب ــــــ سید عشرت جمیل میر

کتابت ــــــ محمد علی ناہد

ناشر ــــــ انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) لاہور

اشاعت اول ــــــ رمضان المبارک، ۱۴۱۹ھ

ملنے کے پتے

شعبۂ نشر و اشاعت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، اشرف المدارس

گلشنِ اقبال، بلاک نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر: ۱۱۱۸۲، کراچی ۴۷ - فون: ۴۶۱۹۵۸

ڈاک کے ذریعہ مواعظ کی ترسیل صرف ان پتوں سے ہوتی ہے:

یادگارِ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ ــــ پوسٹ بکس نمبر: ۲۰۷۴

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، لاہور ــــ فون: ۶۳۷۰۳۷۱ / ۶۳۷۴۳۱۰

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نصیر آباد، باغبانپورہ، لاہور - پوسٹ کوڈ نمبر: ۵۴۹۲۰

فون: ۶۵۵۱۷۷۴ / ۶۸۶۱۵۸۴

نگرانِ اشاعت

ڈاکٹر عبد المقیم

خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

★★

تعمیرِ وطنِ آخرت

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا یہ وعظ مبارک حضرت کے پورے سفر امریکہ و کینیڈا اور برطانیہ کے محرک، داعی اور میزبان حاجی عبدالرزاق جمانی صاحب (اٹلانٹا، امریکہ) کے مکان پر ۸؍ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو بعد نمازِ مغرب ہوا۔

حضرت والا کا یہ وعظ بہت ہی مفید دلسوز اور پُر تاثیر تھا۔ تمام حاضرین بالخصوص حاجی عبدالرزاق صاحب کے گھر کے تمام افراد پر گہرا اثر تھا۔ ختمِ بیان کے بعد بہت سے احباب بالخصوص صاحبِ خانہ نے اس کی طباعت پر زور دیا تاکہ اس کا نفع دیرپا اور دُور رَس ہو۔

راقم الحروف نے اس وعظ کو قلم بند کرنا شروع کر دیا اور اب مجلسِ دعوۃ الحق (انگلینڈ)، کے شعبۂ نشر و اشاعت کے زیرِ اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ حاجی عبدالرزاق جمانی صاحب نے اس کی طباعت کے جملہ مصارف ادا فرما کر بڑی سہولت پیدا فرما دی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتے اور ان کو اور ان کے جملہ اہل و عیال کو سعادتِ دارین اور رزاقِ ظاہری و باطنی نصیب فرماتے۔

والسلام

محمد ایوب سورتی

خادمِ مجلسِ دعوۃ الحق (انگلینڈ)

عرضِ ناشر

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا یہ وعظ جو امریکہ کے شہر اٹلانٹا میں ۸، جمادی الاوّل ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ہوا تھا۔ پہلی بار مجلسِ دعوۃ الحق انگلینڈ کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ اب دوسری بار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے مورخہ ۲۵، ربیع الثانی، ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء کو طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔

اشاعتِ گذشتہ میں غالباً جلدی کی وجہ سے مختلف مضامین پر عنوانات قائم نہیں کیے گئے تھے۔ اب قارئین کی سہولت کے لیے مختلف مضامین پر جابجا عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں اور وعظ کے درمیان جو آیاتِ قرآن و احادیث وغیرہ حضرت والا نے بیان فرمائیں اہلِ علم کی رعایت سے اب اکثر و بیشتر کے حوالے بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اس وعظ کو حضرت اقدس دامت برکاتہم اور جامع و مرتب اور جملہ معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین!

یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ

خادم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲، کراچی

تعمیرِ وطنِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ o الَّذِیْ خَلَقَ
الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا، وَھُوَ الْعَزِیْزُ
الْغَفُوْرُ o (پ ۲۹، سُوْرَۃُ الْمُلْکُ)

حضرات سامعین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کتنی برس سے امریکہ کے لیے ہمارے دوست عبدالرزاق جمانی کوشش کرتے رہے لیکن لمبی مسافت کی وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اس دفعہ یہ کراچی آئے اور میرے ساتھ آزاد کشمیر کا سفر بھی کیا اور کافی محبت کا دباؤ ڈالا۔ تو محبت ایسی چیز ہے کہ اپنی کرامت دکھا ہی دیتی ہے کہ اس عمر میں ضعف کے باوجود میں آگیا۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ بغدادی فرماتے ہیں کہ محبت کا لفظ نکلتا ہی نہیں جب تک دونوں ہونٹوں کی ملاقات نہ ہو۔ کتنا ہی بڑا قاری بیٹھا ہو دونوں ہونٹ کو الگ کر کے لفظ محبت ادا کر دے ناممکن ہے۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ بغدادی بڑے زبردست عالم گذرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بہت غریب تھا میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ چراغ کے لیے تیل کا انتظام کروں تو چاند کی روشنی میں کتابیں پڑھا کرتا تھا لیکن گدڑی میں لعل بھی

ہوتا ہے اس لیے کسی گدڑی کو حقیر مت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بڑا مفسر بنایا کہ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ عربی زبان میں تفسیر روح المعانی جیسی تفسیر نہیں۔ تفسیر بیان القرآن میں بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ آنہ تفسیر اسی سے لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ کہاں تو اتنے غریب تھے اور کہاں امیروں نے ان کی جوتیاں اٹھانی شروع کردیں۔ جب علم کی دولت آتی ہے اور انسان اللہ والا بنتا ہے اور اللہ پر فدا ہوتا ہے پھر سارا جہان اس پر فدا ہونے لگتا ہے ؎

جو تو میرا تو سب میرا، فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اللہ والوں کی باطنی سلطنت

اور اللہ والوں کو کیا نعمت ملتی ہے؟ آپ کہیں گے کہ صاحب ان کے پاس نہ تو فیکٹری ہے، نہ خزانہ ہے، نہ دولت ہے، نہ سلطنت ہے، لیکن خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بتاتا ہوں کہ ان کے پاس کیا سلطنت ہوتی ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب کو اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ سورج اور چاند میں روشنی پیدا کرتا ہے وہ اپنے عاشقوں کے دل میں کیسی روشنی پیدا کرتا ہوگا! جو اللہ وزیروں کو وزارت اور بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک دے سکتا ہے وہ اللہ جس کے دل میں آئے گا تو اس کی سلطنت کے سلطنت کے عالم کا کیا عالم ہوگا! جو اللہ سمندروں میں موتی اور پہاڑوں میں

سونا چاندی پیدا کر سکتا ہے وہ خالق زر جب دل میں آتا ہے تو اس دل کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا!

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ لوگ آپ کو شاہ صاحب کہتے ہیں تو آپ کے پاس کتنا سونا ہے، بزرگ نے جواب دیا ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم
ولے دارم خدائے زر امیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے فقیر آدمی ہوں، ہاں میں سونے کا خالق رکھتا ہوں اس لیے امیر ہوں۔ آہ کیا درویش تھا کیا زبردست جواب دیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر
خاک دیگر را نمودہ بوالبشر

اثباتِ قیامت کی عجیب دلیل

مٹی سے انسان کیسے بنتا ہے؟ مٹی سے جو غلہ بنتا ہے اس میں مٹی کا جزو بھی ہوتا ہے ورنہ زمین میں ایک دانہ ڈال کر سو دانے کیسے نکلتے؟ مٹی ہی سے تبدیل اور استحالات ہوتے ہوتے پھر بہت سے گندم ہو جاتے ہیں۔ جس جس غذا سے جس انسان کو بننا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لہٰذا ان غذاؤں کو اللہ تعالیٰ ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، ماں باپ وہ غذا کھاتے ہیں کہیں بلوچستان کی بکری کا گوشت کھاتے ہیں، کبھی آسٹریلیا کا گندم کھاتے ہیں اور کبھی کسی ملک کا سیب کھاتے ہیں، حج میں زمزم اور کھجور کھاتے ہیں سارے عالم میں جہاں جہاں غذا منتشر

ہوتی ہے، جہاں جہاں مادہ تخلیق پوشیدہ ہوتا ہے ان ساری غذاؤں کو اللہ تعالیٰ ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، پورے عالم میں انسانیت کی جو مٹی بکھری پڑی تھی اللہ تعالےٰ غذاؤں کی صورت میں اس کو ماں باپ تک پہنچاتے ہیں۔ اب ماں باپ نے کھایا اس سے خون بنا پھر خون سے ایک حصہ مادۂ تخلیق، مادۂ منویہ بنا، پھر اس میں سے بھی صرف ایک قطرہ کو ماں کے رحم میں پہنچا کر انسان بناتے ہیں۔ لہٰذا جب ایک کافر نے کہا کہ اللہ تعالےٰ اس انسان کو دوبارہ کیسے پیدا کرے گا جب کہ انسان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور اس کافر نے ایک بوسیدہ ہڈی کو چٹکی سے ریزے ریزے کر کے ہوا میں اُڑا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخ کہا۔ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ (پ ۲۳ سورۃ یٰسٓ) اللہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے زندہ کرے گا جب کہ وہ ہوا میں ریزہ ریزہ ہوگئیں؟ اللہ نے اس کا جواب دیا: اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفہ منی سے پیدا کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں جواب دے دیا کہ اے ناشکرے اور نالائق انسان تُو پہلے سارے عالم میں منتشر تھا اور تیرے سارے اجزا بکھرے ہوئے تھے۔ تو آسٹریلیا کے گندم میں تھا، تو بلوچستان کی بکریوں میں تھا، تو قندھار کے سیبوں میں اور بصرہ کے کھجوروں میں تھا۔ میں نے ان سب بکھرے ہوتے اجزا کو خون بنا کر پھر فلٹر کرتے ہوتے منی بنا کر اس کے ایک خاص جزو سے تجھے بنا دیا تو اے انسانو! دوبارہ اگر تم منتشر ہو اور میں تمہارے بکھرتے ہوتے اجزا کو جمع کر کے تمہیں دوبارہ پیدا کر دوں تو اس میں کیا تعجب ہے؟ پہلی بار تمہیں پیدا

کرنا مشکل ہے یا دوسری بار ؟ اور اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں، نہ عدم سے وجود میں لانا مشکل نہ وجود کو فنا کر کے اس کو دوبارہ پیدا کرنا مشکل۔ وہ صاحب قدرتِ عظیمہ ہے۔

قیامت کی دوسری دلیل

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سخت گرمیوں میں گھاس جل جاتی ہے لیکن جب بارش ہوتی ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ ان نباتات کو حیات عطا فرما دیتے ہیں تو جو نباتات کو دوسری مرتبہ بھی حیات دے سکتا ہے کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ انسان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دے ؟

تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو کیا دیتا ہے ؟ اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مولویوں کے دستر خوان پر مُرغیاں خوب دیتا ہے؟ میں نے کہا بچپن میں مدرسوں میں ان کو مُرغا بنایا گیا تو اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا کہ ہماری راہ میں تم مُرغے بنے، اس لیے اب مُرغیاں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں گی۔

خوشیاں حاصل کرنے کا طریقہ

دوسری وجہ یہ کہ یہ اپنے نفس کو مُرغا بناتے ہیں۔ نفس چاہتا کہ سینما، ٹیلی ویژن، وی سی آر دیکھیں۔ گندے کام کریں مگر یہ زمین پر رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے ہیں کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ کس بات سے خوش ہے ؛ اپنی خوشیوں کو فدا کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی خوشی کی ضمانت اور کفالت قبول کرتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے اپنی خوشی کا خود انتظام کرتا ہے تو شاعرِ بزرگ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہِ اقربا بدلی، مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

اس کو ہر طرف سے پریشانیاں گھیر لیتی ہیں۔ بہت کما لیا تو کینسر پیدا ہو گیا۔ پڑے ہوئے مر رہے ہیں یا فالج ہو گیا۔ ہزاروں آفتوں میں انسان گھر جاتا ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (پ ۱۴، سورۂ نحل، آیت ۹۷) لام تاکید بانون ثقیلہ ہے کہ ضرور بالضرور ہم تمہیں بالطف زندگی دیں گے۔

وہ مالک جو سارے عالم کا مالک ہے وہ جس کی خوشی کی ذمہ داری قبول کرے وہ راستہ بہتر ہے یا ہم خود اپنی خوشیوں کا انتظام کریں یہ بہتر ہے؟ چھوٹا بچہ اگر اپنے ابا کو چھوڑ کر اپنی خود خوشی کا انتظام کرے تو ابا کیا کہے گا ارے تو ہم کو خوش رکھ ہماری جان و مال و جائیداد سب تجھ پر فدا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہمیں خوش رکھو ہم تمہاری خوشیوں کا ذمہ لیتے ہیں۔

غم پروف دل

اور اگر کبھی کسی مصلحت کے پیشِ نظر مثلاً تمہاری ترقی کے لیے یا تمہاری خطاؤں کو معاف کرنے کے لیے تم کو غم بھی دیں گے تو بھی ہم تمہارے دل میں غم نہیں گھسنے دیں گے۔ اگر سوئٹزر لینڈ اور مغربی ممالک واٹر پروف گھڑیاں بنا سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کے قلب کو غم پروف کر سکتے ہیں۔ چاروں طرف غم ہو گا لیکن ان کے دل میں نہیں گھسے گا۔ شاعر بزرگ فرماتے ہیں

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہو گیا

اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ دل میں خوشی دیتے ہیں جب دل میں خوشی ہوتی ہے تو سارے عالم میں خوشی معلوم ہوتی ہے اور جب دل غمگین ہوتا ہے تو سارے عالم میں غم ہی غم نظر آتا ہے۔ یہ آنکھیں دل کے تابع ہیں جیسا دل ہوتا ہے ویسا ہی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

دُنیا کی محبت اور اللہ کی محبت کا امتزاج

ایک دفعہ میں کانپور ہوتے ہوئے باندہ مولانا صدیق صاحب کے یہاں جا رہا تھا تو ایک جگہ کانپور کے تاجر حضرات جمع ہو گئے مجلس میں جامع العلوم کے مفتی منظور صاحب بھی تھے تو ان لوگوں نے مفتی صاحب کو وکیل بنایا کہ آپ مسئلہ پوچھیں یہ جو کہتے ہیں کہ دنیا کو لات مارو، دنیا سے محبت مت کرو تو بغیر محبت کے ہم کیسے کارخانے اور فیکٹریاں چلا سکتے ہیں؟ اگر محبت نہ ہو تو راتوں کو جاگنا یونین سے نپٹنا مال منگوانا بڑا مشکل ہے۔ خاصی مشغولی ہوتی ہے تاجر کو۔ تو میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ بیوی بچوں، ماں باپ، کارخانوں اور تجارت کی جائز محبت سے منع نہیں کرتے بلکہ ان کی شدید محبت بھی جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ بس یہ چاہتے ہیں کہ اس کی محبت دنیا کی تمام محبتوں پر غالب ہو جاتے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (پ ۲، سورۂ بقرہ آیت ۱۶۵) اگر ماں، باپ، بیوی، بچوں، تجارت اور فیکٹریوں کی محبت ففٹی پرسنٹ (پچاس فیصد) ہے تو اللہ کی محبت ففٹی ون (اکیاون فیصد) کر لیں۔ ایک پرسنٹ اللہ کی محبت زیادہ کر لو بس کامل مومن ہو جاؤ گے۔ قرآن کریم

نے اشد فرمایا! دراشد اور شدید کی نسبت علماء سے پوچھ لیجئے۔

امتحانِ محبت

مگر اشد اور شدید کا امتحان ہوگا۔ کیسے معلوم ہوگا کہ اس پر اللہ کی محبت غالب ہے یا مال و دولت کی؟
امتحان کے موقع پر اس کا پتہ چلے گا۔ جیسے دو آدمی الیکشن کے لیے کھڑے ہوں اور دونوں آپ کے دوست ہوں تو دونوں آپ کے پاس آئیں گے اب کیسے پتہ چلے گا کہ کس کی محبت آپ کے دل میں زیادہ ہے تو جس کی محبت غالب ہوگی اسی کو آپ ووٹ دیں گے۔ اسی طرح جب اللہ کی خوشی اور ہماری خوشیوں کا مقابلہ ہو اس وقت امتحان ہوگا کہ اپنی خوشی پر چلتے ہو یا اللہ کی خوشی پر؟ تب پتہ چلے گا کہ اللہ کی محبت زیادہ ہے یا اپنے نفس کی محبت۔

محبّت کی مقدارِ مطلوبہ

اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی کہ اے اللہ مجھے آپ اپنی محبّت اتنی دے دیجئے کہ آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی کے پینے میں جو مزہ آتا ہے کہ ہر گھونٹ میں ایک نئی زندگی معلوم ہوتی ہے، اے اللہ! آپ اس ٹھنڈے پانی سے زیادہ مجھے محبوب ہو جائیں۔ رمضان کا مہینہ ہو اور جون جولائی ہو تو روزہ میں شام کو ہر گھونٹ میں نئی حیات معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے عاشقوں کو ہر اللہ کہنے میں نئی زندگی معلوم ہوتی ہے۔ تو جو زندگی خالقِ زندگی پر فدا ہوتی ہے وہ خالقِ حیات اس پر بے شمار حیات برسا دیتا ہے اور وہ ہر وقت مست رہتے ہیں۔

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

اہل اللہ کے غم کی مثال

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے دل کو کبھی پریشانی نہیں آتی۔ اگر کبھی وہ بظاہر غمگین بھی نظر آئیں مگر ان کا دل پریشان نہیں ہوتا۔ انکی پریشانی کی مثال ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی شخص مرچ والا کباب کھا رہا ہو اور سُو سُو بھی کر رہا ہو، آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں لیکن اگر کوئی اس سے پوچھے کہ آنجناب کسی مصیبت میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں جو رو رہے ہیں، لایئے یہ غم میں اٹھا لوں تو وہ کیا کہے گا تم بیوقوف ہو۔ یہ خوشی کے آنسو ہیں غم کے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبّت اشد کی عقلی دلیل

اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کی محبت زیادہ ہونی چاہیے اس کی کیا دلیل ہے؟ دلیل یہ ہے کہ یہ ساری نعمتیں کون دیتا ہے؟ اللہ، تو نعمت کی محبت زیادہ ہونی چاہیے یا نعمت دینے والے کی۔ آپ اپنی عقل سے فیصلہ کیجئے۔ بین الاقوامی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت نعمت سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۝ (پ ۲، سورۃ بقرۃ آیت ۱۵۲) تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کو یاد رکھتے ہی ہیں وہ کبھی بھول سکتے ہیں؟ بھولنے والا کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان خطاء و نسیان سے پاک ہے۔

آیت فاذکرونی اذکرکم کی تفسیر

چنانچہ مفسرِ عظیم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ کو یاد کرو اطاعت سے اُذْكُرُوْنِیْ بِالْاِطَاعَةِ اَذْكُرْكُمْ بِالْعِنَايَةِ ہم تمہیں یاد کریں گے عنایت سے یاد تو ہم کافروں کو بھی رکھتے ہیں مگر کسی کو یاد رکھتے ہیں غضب سے اور کسی کو یاد رکھتے ہیں عنایت سے، جیسے عدالت میں جج پھانسی کا حکم دے رہا ہے اور پھانسی والا سامنے ہے۔ قریب بھی ہے۔ اسی طرح عدالت میں پیش کار اور خصوصی عملہ بھی سامنے ہے۔ جج کی نظر دونوں پر ہے لیکن پھانسی والے پر نظرِ غضب ہے اور دوسروں پر نظرِ عنایت ہے۔

حرام خوشیوں کا انجام تلخ زندگی

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے میری ناخوشی کی راہ سے حرام خوشیوں کو امپورٹ کیا۔ راستہ چلتے اگر دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھا، سینما، وی سی آر، ننگی فلمیں، ویڈیو وغیرہ حرام چیزوں سے تم نے خوشی حاصل کی تو یاد رکھو میرا اعلان وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (پ ۱۶۔ سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۴) جو میری یاد سے اعراض کرے گا میں اس کی زندگی تلخ کر دوں گا۔ شیطان بعض بے وقوفوں کو بہکاتا ہے۔

آج تو عیش سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

نقد ڈیزائن کر لو اور حسینوں کے ہر ڈیزائن کو دیکھ لو اور کسی کو ریزائن نہ کرو تو ایسا شخص پھر اللہ کے خزائن سے محروم رہتا ہے اور جو ان مختلف ڈیزائنوں کو اللہ کے لیے

ریزائن دے دے تو اللہ کے خزائن اس پر برس جائیں گے اور اگر ان کے ڈیزائن کو ریزائن نہ کرو گے تو رام زائن ہو جاؤ گے۔ وہ پتھر کے بتوں کو پوجتے ہیں ہم اگر زندہ بتوں کو پوجنے لگیں تو بتاؤ کیا فرق ہوا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو میری ناراضگی کا اقدام کرتا ہے تو میری نافرمانی کا زیرو پوائنٹ (نقطۂ آغاز) میرے عذاب اور پریشانی کا نقطۂ آغاز ہے۔ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي آہ جو مجھے ناراض کرتا ہے اور چوری چھپے حرام مزے لوٹتا ہے تو اے دنیا دار سمجھ لے کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ میرا شعر ہے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

میرے دوستو دو چیزیں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم فرمانبردار بن جاؤ، نیک ہو جاؤ تو ہم دنیا ہی میں تم کو بالطف زندگی دیں گے لہٰذا جنت کو اُدھار مت کہو۔

دو جنّت اور دو دوزخ

محدثِ عظیم ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو دو جنت دیتا ہے جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى دُنیا میں ہر وقت ان کو جنت کا مزہ ہے کہ مولیٰ ان کے ساتھ ہے، خالقِ جنت ان کے ساتھ ہے اور جَنَّةٌ فِي الْعُقْبٰى بِلِقَاءِ الْمَوْلٰى مرنے کے بعد تو جنت ہے ہی جہاں اللہ تعالےٰ کی ملاقات ہوگی اور اگر اللہ کو ناراض کیا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ خالقِ جہنم بھی ہے۔ ہر وقت دوزخی کی طرح پریشان رہو گے۔ لاکھوں ڈالر دں

ورلاکھوں پاؤنڈ میں کوئی سکون نہیں ملے گا۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔ مجھ کو ناراض کرنے کے بعد نقد جہنم تم کو یہ ملے گا کہ تمہاری زندگی کو تلخ کردوں گا اور ادھار دوزخ تو آخرت میں ہے ہی۔

اس لیے اللہ کی محبت اللہ والوں سے سیکھو، اللہ کے عاشقوں سے سیکھو پھر تمہاری یہ تجارت بھی جنت ہو جائے گی۔ نعمت ملنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نعمت دینے والے کو بھول جاؤ۔

کیا دُنیا اور آخرت جمع ہو سکتی ہے؟

دُنیا اور آخرت کیسے جمع ہو سکتی ہے؛ دُنیا کو چھوڑنے کا حکم نہیں ہے نہ لات مارنے کا حکم ہے کیونکہ اگر تین دن کھانے کو نہ ملے تو لات بھی نہ اُٹھے گی دُنیا کو مارنے کے لیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے دریا میں کشتی چلتی ہے۔ پانی کشتی کو چاہیے یا نہیں؟ پانی ضروری ہے لیکن وہی پانی کشتی میں گھسنے لگے تو کشتی ڈوب جائے گی اسی طرح دُنیا بہت ضروری ہے لیکن اگر دل کے اندر گھس گئی تو پھر خیریت نہیں ہے۔ آخرت کی کشتی کو ڈبو کر رکھ دے گی۔ دُنیا ہاتھ میں ہو، جیب میں ہو، اور اردگرد ہو بس دل میں نہ ہو جس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان بردار ہو، نافرمانی میں مبتلا نہ ہو تو سمجھ لو کہ دُنیا آخرت جمع ہو گئی۔

دُنیا بہترین پونجی کیسے بنتی ہے؟

یہی دُنیا سبب آخرت بن جائے تو یہ دُنیا بہترین پونجی ہے۔ اس طرح کہ کرنسی ٹرانسفر کرتے رہو روزہ، نماز کرتے رہو یعنی نماز فجر کے

بعد سے ظہر تک فیکٹری چلاؤ کون منع کرتا ہے، کتنا فاصلہ رکھا ہے، ہر وقت تو نمازی نہیں بنایا۔ ظہر کے بعد سے عصر تک کتنا فاصلہ رکھا، پھر سال میں ایک مہینہ کا روزہ رکھ لو۔ اگر فرض ہو جائے تو زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج کر لو۔ سال میں ایک لاکھ کا نفع ہوا تو ڈھائی ہزار زکوٰۃ نکال دو ایک کروڑ کا نفع ہوا تو ڈھائی لاکھ نکال دو۔ اب حال یہ ہے کہ ڈھائی ہزار اور ڈھائی لاکھ کو للچائی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور ساڑھے ستانوے ہزار اور ساڑھے ستانوے لاکھ پر نظر نہیں جاتی۔ اس پر ایک شعر یاد آیا ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دُنیا
کدھر جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

ہر قدم قبر کی طرف بڑھ رہا ہے اور نظر دنیا کی طرف ہے۔ جانا کدھر ہے اور دیکھ رہا ہے دوسری طرف۔ ساڑھے ستانوے ہزار ملے اس کا شکر یہ ادا نہیں کر رہا ہے اور ڈھائی ہزار پر نظر جا رہی ہے اسی طرح ساڑھے ستانوے لاکھ اللہ تعالیٰ نے نفع دیا اس پر نظر نہیں ہے۔ ڈھائی لاکھ نکالنے پر نظر جا رہی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ براہِ راست خود نہیں لیتے بلکہ اپنے ہی بندوں پر اسے تقسیم کروا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو حاجت نہیں۔ دنیا میں اللہ کے بن کر رہو اور دنیا کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرو تو یہ دُنیا بہترین پونجی ہے اور محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی مرضی پر چلے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ دین تو محبت کی بنیاد پر ہے۔ وہ ظالم ہے جو دین کو ڈنڈا اور سزا سمجھتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا کہ دین سراسر

محبت ہے ۔ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ عالم بھی تھے عاشق بھی تھے، جب اللہ کہتے تو آنسو نکل کر رخسار پر ٹھہر جاتا۔ آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت اور تلاوت کرتے تھے اور جنگل میں گھر بنایا تھا قصبہ سے باہر اور اختر نے ان کے ساتھ پندرہ برس گذارے ہیں۔ ایک مرتبہ جنگل کے سناٹے میں تلاوت کرتے کرتے یہ مصرع پڑھا اور اللہ سے عرض کیا ۔ آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

تجلی سے شکستگی کوہِ طور کی مثنوی میں عاشقانہ توجیہ

کوہِ طور پر جو تجلی وارد ہوئی تھی تو تمام مفسرین نے تو یہ کہا کہ طور اللہ تعالیٰ کی تجلی کو برداشت نہیں کر سکا اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک راز میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ کوہِ طور اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہوا کہ اگر وہ سالم رہتا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی اُوپر ہی اُوپر رہتی اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اندر بھی داخل ہو جائے، نور اندر پہنچ جائے، یہ تھا اس کے پارہ پارہ ہونے کا راز۔ وہ پہاڑ بھی عاشق مزاج تھا۔

دلِ شکستہ کی قیمت

اسی سے دل کے ٹوٹنے کا راز بھی سمجھ میں آجانا چاہیے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ناموافق حالات پیدا کر دیتے ہیں صدمہ و غم دیتے ہیں اور یہی کیا کم مجاہدہ ہے کہ نظر بچانے میں دل ٹوٹتا ہے اور اللہ تعالیٰ دل کیوں توڑتے ہیں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو ٹوٹا ہوا دل پسند ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف صفحہ ۱۶۳ - مطبوعہ کتب خانہ مظہری کراچی) ، میں ٹوٹے ہوئے

دلوں میں اپنا گھر بناتا ہوں۔ ٹوٹا ہوا دل اللہ کے قابل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ؎

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

دین سراسر محبت ہے

تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اسلام پورا کا پورا محبت ہے۔ وہ کس طرح؟ میں آپ سے سوال کرتا ہوں (جیسا کہ مجھ سے میرے شیخ نے سوال کیا تھا) کہ یہ بتاؤ کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس سے بات کرنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ جو ہمارے رب ہیں پیدا کرنے والے اور پالنے والے ہیں ان سے بات کرنے میں کیوں لطف نہیں آئے گا؟

نماز محبوبِ حقیقی سے گفتگو ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے عاشقو! میں تم پر نماز فرض کرتا ہوں تاکہ تم وضو کر کے میرے پاس آجایا کرو اور مجھ سے بات کر لیا کرو اور نماز میں اللہ تعالیٰ سے بات ہوتی ہے یا نہیں؟ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ اِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ یُنَاجِیْہِ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۸۶) نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ ذرا سورۃ فاتحہ کا ترجمہ دیکھ لو اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں کیا ہے؟ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور ہم تو آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ آگے بندہ کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھا راستہ دکھایئے، نیک بندوں کا راستہ دکھایئے۔ یہ کیا ہے؟ بندہ کی گفتگو ہے

رب العالمین سے۔ اس لیے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے بھی دو ترجمے ہیں۔ ایک لغت کا ترجمہ ہے کہ آؤ نماز پر اور ایک ترجمہ عاشقانہ اور محبت کا ہے وہ یہ کہ مؤذن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے تیاری کر لو مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں۔ آہ یہ ترجمۂ عشق ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لاکھ عقل ہو اور وہ معرفت کی کتنی ہی شرح کرے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ نماز عشق و محبت کی چیز ہے آخر ایک دن تو اپنے اللہ کے پاس جانا ہے تو اللہ میاں سے بات کرنے میں بندہ کو مزہ آنا چاہیے یا نہیں اور پھر نماز کے بعد دُعا میں جو مزہ آتا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد اپنے ربا سے اپنی سب بگڑی کہہ دی اور مطمئن ہو گیا اور جو ظالم نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے رب سے کیا کہے گا اس کو دعا میں بھی مزہ نہیں آئے گا جیسے یتیم بچہ بے نمازی یتیم کی طرح ہے وہ کس سے کہے گا اور جس کا باپ ہو اس کو اگر محلہ میں کسی نے ستایا فوراً آ کر اپنے ابا سے کہہ دے گا کہ آج محلہ میں فلاں نے مجھے ستایا ہے، مارا ہے۔ ابا کہے گا اچھا بیٹا گھبراؤ مت میں انتقام لوں گا۔ ایسے ہی نمازی نماز کے بعد اپنے رب سے سب کچھ کہہ دیتا ہے۔ اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

تو نماز میں اللہ سے ملاقات ہوتی ہے اور نماز کے بعد لذتِ مناجات ہوتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے لذتِ مناجات عطا فرمائی اس کے ہاتھ جب اٹھ جاتے ہیں تو پھر اُٹھے ہی رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں ہی کرتا رہتا ہے۔ اسی لیے

آپ نے دیکھا کہ کسی ولی اللہ نے آج تک خودکشی نہیں کی لیکن کافروں نے خودکشی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ؁ (پ ۲۶، سورۃ محمد، آیت ۱۱) یعنی مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور یہ کافر تو بے مولیٰ لوگ ہیں۔ ان کا کوئی سہارا نہیں ہے۔

روزہ بندگی کی ادائے عاشقانہ ہے

اب آپ کہیں گے کہ خیر نماز میں تو مولیٰ سے ملاقات ہے مگر روزہ میں اللہ تعالیٰ کیوں صبح سے شام تک بھوکا رکھتے ہیں؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے بھی کبھی اپنے دوست سے کہا ہوگا کہ یار آج تم سے مل کر اتنا مزہ آیا کہ میں کھانا پینا ہی بھول گیا میری تو بھوک ہی ختم ہوگئی۔ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں ؎

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گذرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی

تو اللہ تعالیٰ نے سال بھر میں ایک مہینہ ایسا مقرر کر دیا ہے کہ تم اپنے عشق و محبت کی یہ ادائیں بھی پیش کر دو۔ صبح سحری خوب کھاؤ اور پھر افطاری بھی سیر ہو کر کھاؤ۔ دہی بڑا کھاؤ لیکن جب تک اللہ بڑا ہے کی آواز نہ آجائے یعنی جب تک اللہ اکبر کی آواز مؤذن سے نہ سن لینا دہی بڑا کھانا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ دہی بڑا ہے مگر اللہ اکبر۔ اللہ دہی بڑا سے بڑے ہیں۔ مؤذن کا انتظار کرو جب اذان ہو پھر کھاؤ۔

زکوٰۃ حقِ محبّت ہے

تیسرا حکم ہے زکوٰۃ کا۔ یہ بھی محبّت کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبّت کا دعویٰ ہے تو اس کے

غریب بندوں کو ڈھائی فیصد دے دو۔ مجنوں لیلیٰ کی گلی کے فقیروں کو روٹی دیا کرتا تھا۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس سے ادنیٰ نسبت رکھنے والوں پر بھی عاشق خرچ کرتا ہے۔ محبوبِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں لہٰذا ان سے نسبت رکھنے والے غریب مسلمانوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ جن لوگوں کو بزرگوں کی صحبت اور تعلق نصیب ہے وہ پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان کی تجارت میں اللہ اتنی برکت ڈالتا ہے کہ جس کی حد نہیں۔ پھر ہم جو دیتے ہیں وہ ہم سے جاتا نہیں بلکہ یہ کرنسی اللہ کے یہاں جمع ہو جاتی ہے جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے۔ مثلاً اگر ابھی امریکی صدارت سے اعلان ہو کہ جو غیر ملکی ہیں ان کو ہم یہاں نہیں رہنے دیں گے اور ادھر سعودی حکومت سے اعلان ہو کہ جو یہاں آنا چاہے اسے ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان کی زمین میں سے کہیں سے دے دیں گے تو لوگ جلدی جلدی اپنے ڈالروں کو ریالوں سے تبدیل کر دیں گے۔ اس پر مجھے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا جس کو ذرا سی ترمیم کے ساتھ پڑھتا ہوں ؎

کسی کو آہ فریبِ کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ ریال نے مارا

تو خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ بھی کرنسی کو ٹرانسفر کرنا ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں اپنی کرنسی ٹرانسفر کرے اور اس حکم کی بنیاد میں بھی محبت کارفرما ہے۔

حج بندگی کی عاشقانہ شان

آگے حج کا حکم ہے یہ بھی محبت کی بنیاد پر ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے

اس کے گھر کا چکر لگانے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ مجنوں کہتا ہے ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا

مَیں لیلیٰ کے گھر کا چکر لگاتا ہوں اور لیلیٰ کے گھر کا بوسہ بھی لیتا ہوں۔ کیوں؟

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

گھر کی محبت نے مجھے پاگل نہیں کیا لیکن گھر میں رہنے والے کی محبت نے مجھے پاگل کیا ہے۔ تو بیت اللہ یعنی اللہ کے گھر کی محبت اللہ کے لیے ہے۔ اللہ ہی کی محبت کے لیے ہے ان کے گھر کے سات چکر لگانا۔ ملتزم سے چمٹنا، لپٹ کر دُعا مانگنا جس میں سارے نبیوں کے سینے لگے ہوتے ہیں اگر ہمارا سینہ بھی وہاں لگ جائے تو کیا یہ نعمت نہیں ہے! جس مطاف میں تمام نبیوں کے اور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چلے ہیں اسی مطاف میں ہم جیسے گنہ گاروں کے قدم ہوں یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے۔ حجرِ اسود کو یمین اللہ فرمایا گیا جس پر تمام انبیاء اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک لگے اس حجرِ اسود کو ہم جیسے ناپاکوں کا بوسہ دینا کیا یہ اللہ تعالےٰ کا کرم نہیں ہے۔ صفا مروہ کی جن پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مُبارک قدم دوڑے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک قدم وہاں دوڑے ہیں اور تمام صحابہ کرام اور اولیاء اُمت ان مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہوتے ہیں آج ہم جیسے نالائقوں کے قدم بھی وہاں پہنچ جائیں کیا یہ اس کریم مالک کا احسان نہیں ہے؟ بلکہ میں تو ایک مراقبہ اور کرتا ہوں کہ

صحنِ حرم سے آسمان کے چاند کے جس حصہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک کی شعاعیں پڑی تھیں ہم اپنی قسمت پر کتنا شکر کریں کہ آج ہماری نگاہیں بھی چاند کے اُس حصہ پر پڑ رہی ہیں۔

جب پہلا حج مجھے نصیب ہُوا تو طواف کرتے ہُوئے مَیں نے ایک شعر پیش کیا جس میں اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا ہے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
مَیں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

جب انسان کوئی بڑی نعمت پا جاتا ہے جس کا وہ اپنے کو اہل نہیں سمجھتا تو وہ سوچتا ہے کہ مَیں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ جس جگہ سارے نبی، سارے صحابہ، سارے اولیاء کے قدم پڑے ہیں وہاں ہمارا قدم بھی پڑ جائے یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے معلوم ہوا کہ حج بھی اللہ کی محبت و عشق کا ظہور ہے جس میں مسلمان کی وضع قطع، لباس و جملہ احکام تمام تر عاشقانہ ہیں۔

جہاد۔ محبّت کی انتہا

اب آخری بات اور رہ گئی کہ بعض وقت محبّت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ آدمی کہتا ہے ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کر دیا کہ جب تمہارا عشق اتنا تیز ہے تو جب فتویٰ جہاد کا آجائے تب جہاد کر لو اور مجھ پر جان کی بازی لگا دو۔

میدانِ جہاد میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عاشقانہ شان

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب جہادِ بالاکوٹ میں مصروف تھے تو ایک مسلمان فوجی نے لاہور سے خط بھیجا کہ سکھوں کی بہت بڑی فوج آ رہی ہے میری درخواست ہے کہ آپ روپوش ہو جائیں۔ آپ ولی اللہ ہیں آپ کی زندگی مجھے پیاری ہے۔ جب یہ خط پہنچا اس وقت سید احمد شہید جہاد کا لباس پہن چکے تھے تلوار لٹکا چکے تھے اور دو رکعت اشراق کی پڑھ چکے تھے۔ اس خط کا جواب لکھا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ میدان میں اُترنے کے بعد وہ پھر نہ بھاگے۔ آج یا تو لاہور فتح ہو گا یا میں اپنے اللہ سے ملوں گا اور مولانا علی میاں صاحب نے ان کی شہادت کے حال پر یہ شعر لکھا ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

جنگِ اُحد میں صحابہ کی شہادت کا راز

جنگِ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شکست نہیں بلکہ ہم نے قصداً شہادت کا درجہ ان کو دیا۔ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ (پ ۴، سورۃ آلِ عمران) ہم نے تمہیں شہید بنانے کا انتظام کیا ہے ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک فرشتہ بھیج دیتا وہ ایک چیخ مارتا اور سارے

کافر مر جاتے۔ مگر اللہ نے چاہا کہ جہاں نبیین، صدیقین و صالحین ہیں وہاں شہدا بھی بنائے ورنہ کفار قرآن پر اعتراض کرتے کہ منعم علیھم نبیین، صدیقین، شہدا، و صالحین کو بتایا گیا ہے لیکن شہدا کے طبقہ کا وجود نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کی گواہی شہدا کے خون دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (پ ۲۱، سورۃ لقمان) اگر دنیا بھر کے درخت قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اس میں اور شامل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے کمالات کی حکایت ختم نہیں ہو سکتی۔ پس جب سارے کائنات کے درختوں کے قلم اور سات سمندروں کی روشنائی اللہ تعالیٰ کی تاریخ عظمت لکھنے کے لیے ناکافی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے خون مبارک سے اپنی عظمت کی تاریخ لکھوا دی۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں۔ ان کی تاریخ محبت انبیاء و صحابہ کے خون مبارک سے لکھی جاتی ہے جب ستر شہدا کے جنازے رکھے گئے تو ہر شہید کی زبان حال سے یہ شعر نشر ہوا۔

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

آج ہم سے نماز نہیں پڑھی جاتی اللہ والوں نے جام شہادت نوش کر کے جانیں دے دیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوتے سر مبارک سے خون بہہ کر نعلین مبارک تر ہو گئے۔ جس اللہ کی محبت پر نبیوں کا یہ

حال ہوا آج وہی اسلام چونکہ آسانی سے ہمیں مل گیا، باپ دادا سے مل گیا۔ اس لیے ہمیں اس کی کوئی قدر نہیں۔ جیسے تاجروں کے لڑکے جو مفت میں مال پا جاتے ہیں وراثت میں پھر اس کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنے والے کم ہوتے ہیں لیکن اپنی کمائی اور پسینہ سے جو چیز ملتی ہے قدر اسی کی ہوتی ہے۔ آج بھی جن کو اسلام خون پسینہ سے ملا جیسے بعض نو مسلم ہوتے ہیں وہ عجیب و غریب اپنی داستانیں سناتے ہیں انہیں اسلام کی قدر ہوتی ہے۔

اللہ کی محبّت کیسے پیدا ہو؟

تو دوستو! یہ پانچوں حکم محبت ہی محبّت ہے۔ سب کی بنیاد میں محبت ہے مگر یہ محبّت آئے کیسے؟ دین کتابوں سے لٹریچروں سے نہیں آتا۔ اکبر الٰہ آبادی جج ہو کر کیا شعر کہتا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جن رئیسوں اور مالداروں نے بھی اللہ والوں کی صحبت اٹھائی ان کا دین دیکھ لو مال و دولت بے شمار ہے لیکن اللہ کی محبت غالب ہے۔ اسی کو جگر شعر میں کہتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے مَیں زمانہ پہ چھا گیا

اللہ کی محبت سیکھو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ اللہ والے آپ کی دُنیا نہیں چھینیں گے بلکہ اور زیادہ پُرسکون رہو گے۔ اچانک اپنا ایک شعر یاد آ گیا۔ آہ! عجیب درد بھرا شعر ہے ؎

جان دے دی مَیں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اللہ تعالیٰ جان مانگیں تو جان فدا کر دو نماز کیا چیز ہے۔

اللہ سے ہماری غفلت کا اصل سبب

لیکن چونکہ ہمیں اللہ والوں کی صحبت نہیں ملی۔ ہم کرگسوں میں رہے اور کرگس (گدھ) کیا کام کرتا ہے؟ مری ہوئی بھینس تلاش کرتا ہے کوئی مُردہ جو اس کو کھاتا ہے۔ ہم چونکہ دُنیائے مُردار میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کو نفس کی فطرت نے یہی گندگی دکھائی اس لیے اس سے چپٹے رہے۔ ذرا شاہی بازوں کے ساتھ رہو، اللہ والوں کے ساتھ رہو تو آپ کی دُنیا بھی برکت والی ہو گی اور سکون بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے نماز پڑھو، روزہ رکھو، بیوی کے حقوق ادا کرو۔

بیویوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی سفارش

بیویوں کے حقوق حُسنِ سلوک سے ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اپنی بیویوں کو محبت سے رکھو۔ بھلائی سے رکھو، ذرا ذرا سی بات میں ان پر سختی نہ کرو۔ مٹھائی کھلاؤ، کھٹائی مت کھلاؤ۔ مرنڈا پلاؤ، انڈا کھلاؤ، ڈنڈا مت کھلاؤ، اسے معاف کر دو۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی کے سالن میں نمک تیز کرنے پر اسے معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ گھر میں آؤ تو غصہ کی شکل مت بناؤ۔ لوگ گھر میں داخل ہوتے ہیں دو شکلوں سے بہت دیندار ہیں تو آنکھ بند کر کے مراقبہ کر کے آئیں گے گویا عرشِ اعظم سے اُتر

رہے ہیں اور اگر دُنیا دار ہے اور دفتر میں یا یونین سے لڑ کر آرہا ہے تو آنکھوں میں خون برس رہا ہے اور بیوی سے خفا ہو رہا ہے کہ دیکھ مجھ سے بات مت کرنا آج موڈ خراب ہے۔

ایک بھولی ہُوئی سُنّت کو ادا کیجئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں عشاء کے بعد تشریف لاتے تو مسکراتے ہُوئے تشریف لاتے۔ یہ سنت ہے اس وقت مسکرانے ہی سے اللہ خوش ہو نگے اللہ کا بھی حق ادا کرو اور بندوں کا بھی حق ادا کرو۔ اسلام ایسا مذہب نہیں کہ بس عرش پر بٹھائے رکھے اور مخلوق کے حقوق سے بے پرواکر دے۔

ماں باپ کا ادب اور اُن کے حقوق

اسی طرح ماں باپ کا ادب ہے۔

حدیث میں ہے جس نے ماں باپ کو خوش کر دیا اس نے اپنے رب کو خوش کر دیا اور جس نے ماں باپ کو ناراض کیا اس نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ (ترمذی جلد۲ ابواب البر والصلہ صفحہ ۱۲) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے ماں باپ کو ناراض کیا تو اور گناہوں کی سزا تو آخرت میں ملے گی مگر ماں باپ کو ستانے کی سزا دُنیا میں بھی ملے گی اور جب تک وہ سزا نہیں پا جاتے گا موت نہیں آتے گی۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت موجود ہے۔

(مشکوٰۃ باب البر والصلہ صفحہ ۴۲۱)

اور میرے شیخ فرماتے تھے کہ

باپ کو ستانے کا ایک عبرتناک واقعہ

جس نے ماں باپ کو ستایا اس کی اولاد بھی اس کو ستائے گی اور اس پر ایک قصہ سنایا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رسی باندھ کر اسے بنسواڑہ تک کھینچا۔ (بنسواڑہ۔ گھر کے باہر کا صحن جہاں بانس کے درخت ہوتے ہیں) تو باپ نے کہا کہ دیکھو بس اس درخت تک کھینچنا اس سے آگے نہ کھینچنا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے تو لڑکے نے کہا ابا یہاں تک جو کھینچا تو ظالم نہیں ہوا؟ باپ نے کہا یہاں تک تم ظالم نہیں ہو اس لیے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو یہاں تک کھینچا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہت زیادہ ڈرو، مالک کو ناراض مت کرو۔ اکثریت اور میجورٹی مت دیکھو کہ دنیا میں لوگ اس طرح رہتے ہیں اس لیے ہم بھی اس طرح رہیں۔

معاشرہ کی اکثریت سے نہیں اللہ سے ڈریں

ساؤتھ افریقہ کے جنگل میں مجھے افریقی دوست واحباب لے گئے۔ تین سو کلومیٹر کا لمبا جنگل۔ شیروں کو کھلے دیکھا ہاتھی ایک دو نہیں پچاس پچاس ہاتھی دوڑے چلے جا رہے ہیں ہزاروں کی تعداد میں بندر دیکھے معلوم ہوتا ہے کراچی کا بندر روڈ یہیں آگیا ہے۔ لومڑیاں، بے شمار ہرن۔ میں نے کہا کہ اگر یہاں شیر سیاح سے کہہ دے کہ تمہیں یہ کرنا ہے میرے مشورہ پر چلنا اس جنگل میں۔ میں جنگل کا بادشاہ ہوں مگر بندروں اور لومڑیوں نے مخالفت کی کہ شیر کی بات مت ماننا۔ شیر اقلیت میں ہے۔ اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔ الیکشن کرالو۔ ہمارے ووٹ زیادہ ہیں تو سیاح کیا

کہے گا ”اے بندرو اور اے لومڑیو میں تمہاری اکثریت اور جمہوریت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن شیر کا ایک ہی ووٹ کافی ہے۔ اگر شیر ایک چیخ مارے تو تم سب کی ہوا کھل جائے بلکہ تم میں سے بعض کے ابھی جنازے نکل جائیں گے۔

تو سوچو زندگی اور موت کس کے قبضہ میں ہے؟ اللہ کے اور میدانِ قیامت کا فیصلہ کس کے قبضہ میں ہے؟ اللہ کے۔ اتنی بڑی طاقت والے کو ہم ناراض کیے ہوتے ہیں۔ روزہ نماز سب غائب اور ہائے دنیا ہائے دنیا، بتاؤ یہ عقل مندی ہے یا بے عقلی؟ اس لیے اکثریت کو مت دیکھو ؎

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ یارسول اللہ میں آپ کی نبوت تو تسلیم کرتا ہوں مگر سارا مکہ تو کافر ہے اتنی بڑی اکثریت کے سامنے میں کیسے اسلام لاؤں؟ تو آج ہم لوگ رام پرشاد اور رام نرائن ہوتے، اسلام ہم تک نہ پہنچتا۔ ایک صحابی سارے عالم کو چیلنج کرتا تھا۔ ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ سارے عالم کو چیلنج کرو۔ ساری دنیا میں کوئی مومن نہ ہو تو آپ تنہا اللہ پر جان دے دیں۔ ایک صاحب نے داڑھی رکھی تو بہت سے لوگوں نے مذاق اڑایا۔ انھوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میری داڑھی رکھنے پر بہت لوگ ہنس رہے ہیں۔ حضرت نے لکھا لوگوں کو ہنسنے دو تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا۔ آہ کیا جملہ فرمایا ہے ؎

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

اللہ والوں کی گفتگو میں اللہ نور دیتا ہے اور پھر ایک جملہ اور لکھا کہ آپ لوگوں سے کیوں ڈرتے ہیں آپ بھی تو لوگ ہیں لگائی (عورت) تو نہیں۔

کراچی میں ایک نوجوان نے داڑھی رکھ مجھ سے کہا سب ہنس رہے ہیں میں نے کہا جو ہنسے اسے یہ شعر سُنا دو ؎

اے دیکھنے والو! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

خواجہ صاحب کے حالاتِ رفیعہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے لوگ ان کی ڈاڑھی اور کرتا پاجامہ دیکھ کر ہنستے تھے کہ یہ ڈپٹی کلکٹر ہیں یا کسی مسجد کے مؤذن ہیں۔ نعوذ باللہ گویا مؤذنی کوئی خراب کام ہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے سلطنت کا کام نہ ہوتا تو میں کسی مسجد میں مؤذنی کرتا۔ اللہ کا نام بلند کرنا یہ تو عزت کی بات ہے نعوذ باللہ یہ کوئی توہین کی بات ہے! بہرحال خواجہ صاحب کو جب ستایا تو انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ شعر اللہ سے عرض کیا ؎

ساری دُنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوب
تب کہیں جاکے ترے دل میں جگہ پائی ہے

تھے ڈپٹی کلکٹر مگر اتنے بڑے شیخ ہوئے کہ علماء ان سے بیعت ہوئے۔

صحبتِ اہلُ اللہ کا کرشمہ

اللہ والوں کی صحبت کے بغیر عمل کی توفیق اور ہمت نہیں ہوتی۔ آدمی کمزور اور بزدل

رہتا ہے۔ خواجہ صاحب کے یہاں ایک مُرغا تھا جو آدمیوں کو کاٹ لیتا تھا۔ خود ڈپٹی کلکٹر تھے چپڑاسی کو بھیجا کہ مُرغا بیچ آؤ اور اس سے کہا اس میں عیب ہے وہ خریدار کو بتا دینا پھر یہ سوچا کہ پتہ نہیں چپڑاسی عیب بتائے یا نہیں؛ قیامت کے دن اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے عیب بتایا تھا کہ نہیں؟ چپڑاسی سے نہیں پوچھے گا۔ اس لیے ہاتھ میں خود مُرغا دبایا اور لکھنؤ کے نخاس بازار میں جہاں کبوتر، چڑیاں اور پرندے فروخت ہوتے ہیں، پہنچ گئے۔

نہ لو نام اُلفت کا جو خود داریاں ہیں،
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

مگر

عشق کی ذلت بھی عزت ہو گئی
لی فقیری بادشاہت ہو گئی

ڈپٹی کلکٹر ہو کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔ یہ تھا صحبتِ اہل اللہ کا کرشمہ کہ ڈپٹی کلکٹر اللہ کے خوف سے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب جو آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ بھائی اس مُرغے میں عیب ہے قیمت اس کی اتنی ہے مگر میں کم میں دے دوں گا۔ بیچ کر آ گئے۔ آج ان کے تذکرے عزت سے ہو رہے ہیں کہ اللہ کے نام پر اپنے آپ کو فدا کر دیا عزت اللہ کے لیے ہے جب اس پر عزت فدا کر دگے تو تمہیں بھی عزت مل جائے گی۔

دنیا کا عارضی قیام

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک دن اس دُنیا سے جانا ہے یا نہیں؟ یا کہیں ایسا سوچ یا ایسا

کوئی وٹامن یا کوئی آبِ حیات تو نہیں پیا کہ جانا ہی نہ ہو۔ پھر جب جائیں گے تو ہم اپنے ساتھ کیا کیا لے جائیں گے؟ ٹیلی ویژن کے کون کون سے پروگرام لے جائیں گے اور وی سی آر کے کتنے سیٹ لے جائیں گے اور موبائل فون بھی لے جائیں گے؟ کچھ نہیں لے جاؤ گے، کچھ نہیں لے جاؤ گے۔ کتنے ہی فیکٹری کے بڑے مالک بن جاؤ کروڑ پتی بن جاؤ مگر جانا ہے تو صرف کفن لے جاؤ گے۔ موت آنے سے پہلے ہی جب موت کی بیہوشی آتی ہے اسی وقت سے فیکٹری مالکان اپنی فیکٹریوں سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ان کا اکاؤنٹینٹ آکر بتاتا ہے کہ ابھی ابھی ایک کروڑ کا نفع ہوا، مگر سیٹھ صاحب سنتے ہی نہیں، کیونکہ موت کی بیہوشی طاری ہے، آکسیجن لگی ہوئی ہے۔ اکبر الٰہ آبادی جج ہونے کے باوجود کیا پیارا شعر کہتا ہے ؎

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

یعنی موت آتی ہے تو زندگی ہی میں حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ کان سے کچھ سنائی نہیں دیتا آنکھ موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتا، نوٹ کی گڈیاں گن نہیں سکتا شامی کباب اور پاپڑ نہیں کھا سکتا۔

حُسنِ فانی دل لگانے کے قابل نہیں

اس لیے اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، اللہ والوں کے ناز اُٹھاؤ۔ آج کل یہ نوجوان بچے بے پردہ اور ان انگریز کرسچن لڑکیوں کے چکر میں آکر ماں باپ کی محبت کم کر دیتے ہیں اور ان چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کے چہرہ کا جغرافیہ بدلے گا یا نہیں؟ آج اگر بیس سال

کی لڑکی ہے تو ساٹھ سال کی بڑھی ہوگی تب اپنا مصنوعی دانت نکال کر برش کر رہی ہو گی بال کی چٹیا سفید ہوگئی ہوگی اور گردن بھی ہل رہی ہوگی۔ کمر جھک رہی ہوگی تو آپ کو عالمِ شباب پر رونا آئے گا یا نہیں؟ اب میرا شعر سنئے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور ؎

ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اور ؎

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھُل گئی

اب آیت کریمہ کی تشریح عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ اللہ تعالیٰ بہت برکت والے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کا عالم یہ ہے کہ جو اُن کا نام لیتا ہے اس کی زبان میں بھی برکت ڈال دیتے ہیں۔ ایک بے عمل آدمی پڑھ کر دم کرے اور ایک اللہ والا دم کرے دیکھو کتنا فرق ہوجاتا ہے۔ ان کے گھر میں بھی اور جانماز میں بھی برکت آجاتی ہے۔

یہاں تک کہ بخاری شریف میں واقعہ ہے کہ ایک شخص سے سو قتل ہوتے پھر ایک عالمِ ربانی سے پوچھا اس نے کہا کہ ناامیدی کی کوئی بات نہیں ہے ہم گناہ

اکرتے کرتے تھک سکتے ہیں اللہ معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتے۔ جب بھی ان کے در پر سر رکھو گے اللہ کو رحم آجائے گا۔ سُبحان اللہ کہنے سے زیادہ وہ گناہگاروں کی آہ وزاری سے خوش ہوتے ہیں۔

گنہگاروں کی گریہ وزاری کی محبوبیت

سُورۃ انا انزلنا کی تفسیر میں ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرے بندے اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتے ہیں تو ان کا رونا مجھے سُبحان اللہ کی آوازوں سے زیادہ پیارا ہے۔

اے جلیل اشکِ گناہگار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ گناہگار کے آنسو کے ایک قطرہ کو شہید کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔ جس نے ایک مرتبہ آہ کرلی اللہ اس کی ساری زندگی کے گناہوں کو معاف ہی نہیں کرتا اپنا محبوب بھی بنالیتا ہے۔ گناہوں کی کثرت کو مت دیکھو ایک کروڑ گناہوں کو معاف کرنا ان کے لیے ایسا ہی ہے جیسے ایک معمولی خطا کو معاف کرنا۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراچی میں ایک کروڑ انسانوں کا پیشاب پاخانہ گٹر لائن سے سمندر میں گرتا ہے۔ سمندر کی ایک موج آتی ہے اور وہ سب ختم ہوجاتا ہے۔ پانی ویسا ہی پاک ہوجاتا ہے۔ جب یہ سمندر محدود کا اثر ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر تو غیر محدود ہے۔

بستیٔ صالحین اور مغفرت

تو اس قتل کے مجرم سے اس عالمِ ربانی نے کہا کہ یہاں اللہ والوں کی ایک بستی ہے

(اس کا نام نصرہ ہے اور جہاں گناہ کیا تھا اس بستی کا نام کفرہ تھا۔ فتح الباری) اس بستی میں جاکر توبہ کرو اللہ تعالیٰ قبول کرلیں گے۔ معلوم ہوا کہ جس مٹی پر اللہ والوں کے آنسو گرتے ہیں جہاں وہ سر رکھتے ہیں سجدہ کرتے ہیں اس زمین کو اللہ نے یہ عزت دی کہ تم وہاں جاؤ ہم وہاں تمہاری خطا معاف کردیں گے۔ راستہ میں اچانک اسے موت آگئی لیکن مرتے مرتے بھی اس نے اپنا سینہ ذرا سا نیک بندوں کی زمین کی طرف کھینچ دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس ادا پر پیار آگیا کہ جتنا ہو سکا اتنا اس نے کیا۔ جنت و جہنم کے فرشتے آگئے جنت کے فرشتوں نے کہا کہ اس کو ہم لے جائیں گے اس لیے کہ موت اس کے اختیار میں تو نہیں یہ نیکی کی طرف جا رہا تھا لیکن دوزخ کے فرشتوں نے کہا کہ وہاں گیا تو نہیں اس لیے ہم اسے دوزخ لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پیمائش کرلو اگر نیک بندوں کی بستی قریب ہے تو اس کو جنت والا فرشتہ لے جاتے اور اگر گناہوں والی بستی قریب ہے تو دوزخ میں لے جاؤ ادھر پیمائش کا حکم ہوا ادھر اللہ نے زمینِ صالحین کو حکم دیا تَقَرَّبِیْ تو قریب ہو جا اور گناہگاروں کی زمین کو فرمایا تَبَاعَدِیْ تو دُور ہو جا۔

فضل بہ صورتِ عدل

اب اشکال یہ ہوا کہ جب پیمائش کا حکم دیا جس کا نام عدل ہے تو پھر زمین کو خاموشی سے قریب ہونے کا حکم کیوں دیا؟ تو محدثین نے اس کا جواب دیا کہ یہ عدل کی صورت میں فضل ہے یعنی صورۃً تو عدل معلوم ہو رہا ہے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فضل کام کر رہا تھا۔

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عِشق کا یونہی نام ہوتا ہے

ایک اشکال اور اس کا جواب

دوسرا اشکال یہ ہے کہ بندوں کا حق تو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے اس نے سو قتل کیے نہ دیت دی، نہ وارثین سے معافی مانگی پھر اس کی مغفرت کیسے فرمادی؟ اس کا پیارا جواب ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِهٖ وَقَبِلَ تَوْبَتَهٗ تَكَفَّلَ بِرِضَا خُصُوْمِهٖ وَاَرْضٰی عَنْهُ خُصُوْمَهٗ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خوش ہوجاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں تو اس کے تمام فریقوں کو جن جن کا حق ہوگا قیامت کے دن خود ادا فرمائیں گے اور دُنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کا بیٹا نالائق ہو اور اس کی فیکٹری فیل ہوگئی اور مقروض ہوگیا مگر وہ ابا کو جاکر راضی کرلے معافی مانگ لے اب قرضے والے اس کو پریشان کر رہے ہیں تو ابا جان کہے گا کہ خبردار میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو اس نے مجھے خوش کرلیا معافی مانگ لی بتاؤ کتنا قرضہ ہے؟ چیک بُک اُٹھا لائے گا اور سب کا قرض ادا کردے گا۔ تو جب ابا کی رحمت میں یہ جوش ہے جو اللہ کی رحمت کا ایک بٹا سو ہے اور ننانوے رحمت اللہ نے قیامت کے دن کے لیے رکھی ہوتی ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

اے دنیا والو! اور ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو ماؤں میں محبت تو مَیں نے پیدا کی ہے، یہ میری ادنیٰ بھیک ہے۔ ماؤں کی محبت تو میری محبت کا سوواں حصہ ہے اور وہ بھی آدم علیہ السلام سے قیامت تک تقسیم ہو رہی ہے۔ پھر میری

رحمت پر کیوں ناز نہیں کرتے؟ میری رحمت کا سورج جب نکلے گا تب دیکھنا مایوس مت ہو۔

تو بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے حقوق العباد خود ادا کرتے ہیں لیکن اپنی طرف سے پوری کوشش کرے ادا کرنے کی۔ مجبوری ہو جائے اور ادا کرنے کی کوئی صورت امکان میں نہ رہے تو یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ تَکَفَّلْ بِرِضَا خُصُوْمِنَا ۔ اے اللہ ہم نے بہت کوشش کی قرضہ ادا کرنے کی مگر قرضہ ادا نہیں ہوا اب آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر جس جس کا حق ہے قیامت کے دن اس کے کفیل ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ناامیدی نہیں ہے سیکڑوں سورج امید کے چمک رہے ہیں۔

تفسیر آیت تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

تمام مملکت کا مالک اللہ ہے جس کو چاہتا ہے بادشاہ بناتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شان والے ہیں کہ انسان کو منی سے پیدا کر کے آدابِ سلطنت سکھا دیتے ہیں۔ ایک انسان آج بادشاہ بنا اب اس کو آدابِ سلطانی بھی سکھا دیتے۔ ایسے ہی جب اللہ چاہتا ہے آدمی کو اپنا ولی بنا دیتا ہے، اسی دن اس کے خیالات بدل جاتے ہیں۔ ادھر فیصلہ ہوا کہ آج سے میرا بندہ ولی ہے ادھر اللہ تعالیٰ کی محبت اسے محسوس ہونے لگتی ہے۔ ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیبؔ گریباں کو

ایک بھک منگے کا واقعہ

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں ہے کہ ایک بھک منگے کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت دی اس طرح کہ رات کو بادشاہ مرگیا اور اس کے کوئی جانشین اولاد نہیں تھی تو پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوا کہ صبح صبح شاہی محل کے دروازہ پر جو سب سے پہلا انسان آئے گا اسی کو بادشاہ بنادیں گے۔ بس صبح ہی صبح ایک بھک منگا پہنچ گیا جو سات پشت سے بھک منگا چلا آرہا تھا۔ کہا اللہ کے نام پر روٹی دو۔ بس کیا کہنا تھا سب سپاہیوں نے پکڑ لیا۔ یہ پہلے تو بہت گھبرایا کہ کون سا جرم کیا مگر جب نہلا دُھلا کر اس کو شاہی لباس پہنایا تب وہ سمجھا کہ ارے اللہ تعالیٰ نے مجھ بھک منگے کو بادشاہ بنادیا بس فوراً مزاج بدل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدابِ سلطنت سکھا دیئے اور سارے فیصلے صحیح کر دیئے۔ فرامینِ شاہی جاری کر دیئے اس کے بعد دو وزیروں سے کہا ارے وزیرو میری بغل میں ہاتھ لگا کر مجھے اٹھاؤ اور جیسے اپنے بادشاہ کو لے چلتے تھے مجھے لے چلو۔

ایک وزیر نے کہا حضور اب تو آپ بادشاہ ہیں اگر جان بخش دیں تو ایک سوال کروں؟ کہا معاف ہے۔ وزیر نے کہا آپ تو سات پشت سے بھک منگے تھے یہ شاہی فیصلے آپ نے کیسے کیے اور یہ آدابِ سلطانی آپ کو کیسے معلوم ہوگئے آپ نے تو بادشاہوں کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ جو خدا ایک بھک منگے کو سلطنت عطا کرسکتا ہے وہ آدابِ سلطنت بھی سکھا سکتا ہے۔ اسی طرح جو اللہ کسی کو ولی بناتا ہے تو آدابِ ولایت بھی اس کو سکھا دیتا ہے ؎

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

اللہ تعالیٰ جب اپنا بناتا ہے تو اپنے دوستوں کو اخلاق و ایمان و یقین خود دے دیتا ہے۔ پہلے ڈپٹی کمشنر کا سلیکشن ہوتا ہے۔ بنگلہ بعد میں ملتا ہے، سرکاری موٹر سرکاری جھنڈا، سیکورٹی پولیس بعد میں ملتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے یہاں فیصلہ پہلے ہوتا ہے کہ مجھے اس کو اپنا ولی بنانا ہے اسی لیے کہتا ہوں اللہ کے یہاں فیصلہ کرا لو۔ دُعا مانگ لو کہ اے اللہ مجھے اپنا ولی بنانے کا فیصلہ کر دیجیے جب فیصلہ ہو جائے گا باقی نعمتیں ولایت کے بعد میں خود مل جائیں گی۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

موت کو حیات پر مقدم فرمانے کا راز

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ جس نے موت و حیات پیدا کی۔

جب میرے شیخ نے مجھے اس کی تفسیر پڑھائی تو مجھ سے ایک سوال کیا کہ پہلے موت آتی ہے یا زندگی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت موت تو بعد میں آتی ہے پہلے زندگی ملتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے پہلے موت کا ذکر کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا اس میں راز ہے کہ جو انسان اپنی زندگی کے سامنے موت کو رکھے گا وہ دنیا کی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ وطنِ آخرت کی تعمیر میں بھی لگا رہے گا ورنہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر دائمی وطن کو ہمیشہ تباہ کر لے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے موت کو پہلے بیان فرمایا تاکہ دھیان رہے کہ تم یہاں کے نیشنل نہیں ہو۔ پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال ایک دن تم کو آنا ہے ہمارے پاس۔ تمہاری زندگی کا جہاز میری ہی طرف ڈیپارچر کرے گا۔ کتنا ہی تم رن وے سے چپکے رہو مگر آخر ایک دن اُڑنا ہے۔

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت

یہ وہ شعر ہے جس کو حکیم الامت نے اپنے کمرہ میں لگا رکھا تھا۔ اتنے بڑے ولی اللہ بلکہ اولیاء کے شیخ ہو کر ؎

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دُنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

آخرت کی کرنسی

باپ دادا کو دفن کرنے والے دوستو! سوچ لو ایک دن ہماری بھی باری آنے والی ہے اور وہاں یہ ڈالر کی کرنسی کام نہیں دے گی۔ وہاں نماز، روزہ عبادت کام دے گی۔ ماں باپ کی محبت کام دے گی۔ اپنی بیویوں کو آرام سے رکھنا کام دے گا، سچ بولنا کام دے گا۔ مالک کو یاد رکھنا کام دے گا۔ نیک کاموں میں مال خرچ کرنا کام دے گا یہ آخرت کی کرنسی ہے جو زندگی میں اس دنیا سے ٹرانسفر کی جاتی ہے۔ ہر ملک کے بدلنے سے کرنسی بدل جاتی ہے پاکستانی نوٹ کی یہاں امریکہ میں قدر ہے؟ نہیں۔ جب دنیا کے ملک بدلنے سے کرنسی بدلتی ہے تو آخرت کی کرنسی کیوں نہیں بدلے گی۔ آخرت میں دُنیا کے کسی ملک کی کوئی کرنسی کام نہیں آئے گی۔

دُنیا اور آخرت کے کاموں میں کیا نسبت ہونی چاہیے؟

اس لیے ایک بزرگ سے کسی نے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر نصیحت کر دیجئے فرمایا دو نصیحت کرتا ہوں ایک یہ کہ اِعْمَلْ فِی الدُّنْیَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِیْھَا دُنیا میں اتنی محنت کرو جتنا

دنیا میں رہنا ہے۔ دوسرا یہ وَاعْمَلْ لِلْاٰخِرَۃِ بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِیْھَا ۔ آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا آخرت میں تمہیں رہنا ہے۔ دونوں زندگیوں کا بیلنس نکالو اور اگر بیلنس نہ نکالا اور آخرت کی زندگی کا خیال نہیں کیا تو بیلنس میں لفظ بیل بھی ہے۔ بیل ہو جاؤ گے۔ اگر وہاں کے لیے کچھ نہ بھیجا تو دُنیا سے بالکل خالی ہاتھ اور قلاش جاؤ گے

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

لذاتِ دُنیویہ کی فنائیت

کالے بالوں سے سکون لینے والو یہ بال سفید ہوں گے یا نہیں؟ چمکدار دانتوں سے سکون لینے والو یہ مُنہ سے باہر آئیں گے یا نہیں؟ اور سیدھی کمر سے سکون لینے والو یہ کمر ٹیڑھی ہو گی یا نہیں؟ بڑھاپا آنے والا ہے بس سمجھ لو دنیا کی کسی چیز کا کوئی بھروسہ نہیں۔ بھروسہ ہے تو صرف اللہ کا۔ اللہ ہی ہے جو زمین کے اوپر کام آتا ہے اور بیماری غریبی ہر حالت میں کام آتا ہے اور زمین کے نیچے بھی کام آئے گا اور میدانِ قیامت میں بھی۔

مقصدِ حیات کا تعین خالقِ حیات کی طرف سے

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو زندگی کس لیے دی ہے۔ آپ بتائیے کہ امریکہ، روس، جرمنی جاپان اور ساری دُنیا فیصلہ کر دے کہ ہماری زندگی کا فلاں مقصد ہے تو یہ صحیح ہو گا یا جس نے ہمیں زندگی دی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہمارا مقصدِ زندگی قرآن میں بیان کرے وہ صحیح ہو گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے تم کو کس لیے پیدا کیا

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تمہیں دیکھیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون دُنیا کی حرام لذتوں میں پھنس کر ہمیں بھولتا ہے یہ امتحان روم ہے۔ پرچہ کچھ نہ کچھ تو مشکل ہوتا ہے۔ بالکل آسانی سے تو حل نہیں ہوتا۔

تفسیرِ آیت لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تین تفسیر فرمائی جس کو علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نقل کیا ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی ان کی زبان مبارک سے اس آیت کی تفسیر سُنیئے:

تفسیر (۱) عقل و فہم کی آزمائش

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلًا وَّفَهْمًا۔ اللہ تعالےٰ دیکھنا چاہتے ہیں کون عقلمند ہے جو پردیس میں رہ کر اپنا ضروری کام بھی کر لیتا ہے اور دیس اور وطن کی تعمیر میں بھی لگا ہُوا ہے۔ وقت آیا نماز پڑھ لی۔ وقت آیا روزہ رکھ لیا۔ زکوٰۃ کے وقت میں زکوٰۃ دے دی۔ خلاصہ یہ کہ اپنی تعمیرِ آخرت سے غافل نہیں ہوا۔

تفسیر (۲) تقویٰ و ورع کی آزمائش

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ اللہ تعالےٰ آزمانا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی اور غضب والی چیزوں سے بچتا ہے۔ میری حرام کی ہُوئی خوشیوں سے تو اپنی خوشی درآمد نہیں کرتا۔ جان دے دیتا ہے مگر اللہ کو ناخوش کر کے اپنا دل خوش نہیں کرتا۔ لہٰذا نظر بچانے میں جان بھی چلی جاتے تو جان دے دے۔ جان دینے کے لیے ہی اللہ نے پیدا کی ہے جن خوشیوں کو انسان اللہ تعالےٰ پر فدا کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی خوشی کا ذمہ دار

ہوتا ہے اور ایسی خوشی دیتا ہے کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، دنیاداروں کو بھی نصیب نہیں، رومانٹک دُنیا میں پھنسنے والوں کو نصیب نہیں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر اس آیت اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے پر یقین نہ آئے تو دس بادشاہوں کے پاس رہ لو دس دن رومانٹک دُنیا والوں کے پاس رہ لو جو ہر وقت حسینوں اور ٹیڈیوں اور فلمی گانوں کے چکر میں رہتے ہیں اور دس دن تاجروں کے پاس بھی رہ لو ان کو ڈالروں کی گڈیاں گنتے ہوئے دیکھ لو اور دس دن کسی اللہ والے کے پاس بھی رہ لو تمہارا دل خود فیصلہ کرے گا کہ سکون اور چین تو اللہ والوں کے پاس ہے۔

اہل اللہ کی امتیازی نعمت

اب کوئی کہے کہ صاحب تہجد پڑھنے والوں اور اللہ اللہ کرنے والوں کو تو اتنی دولت نہیں ملی جتنی اسرائیل والوں کو اللہ نے دی ہے، امریکہ کے کافروں کو دی ہے، یہودیوں کو دی ہے۔ اس کا جواب میں نے دو شعروں میں پیش کیا ہے۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گل دیا

اللہ نے کافروں کو پانی اور مٹی کے کھلونے دے دیئے مٹی کی عورتیں، مٹی کا مکان، مٹی کے کباب، مٹی کی بریانیاں سب مٹی ہے۔ یقین نہ آتے تو دفن کر کے دیکھ لو بریانی اور کباب کو۔ اپنے پیاروں کو آدمی مٹی میں قبرستان میں دفن کرتا ہے یا نہیں؟ کچھ دن کے بعد کھود کر دیکھ لو سب مٹی ہو جاتی ہے تو ؎

دشمنوں کو عیشِ آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

اب آپ کہیں گے کہ یہ دردِ دل لے کر ہارٹ اٹیک ہو کر ہسپتال جائیں گے؟ یہ دردِ دل وہ دردِ دل نہیں جس میں ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ یہ وہ دردِ دل ہے جو نبیوں نے اور ولیوں نے اللہ سے مانگا ہے یعنی اللہ کی محبت کا ایک ذرہ۔ اگر اللہ کی محبت کا ایک ذرہ ایک پلڑہ میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑہ میں ساری دُنیا کے خزانے رکھ دو، بادشاہوں کے تخت و تاج رکھ دو، واللہ اس ذرۂ محبت کی قیمت ساری کائنات ادا نہیں کرسکتی اس لیے علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

میرا شعر پھر سُن لیجئے ؎

دشمنوں کو عیشِ آب و گِل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

اب دردِ دل لے کر او لیا۔ اللہ کیا کریں گے؟ اس کا جواب دوسرے شعر میں دیا ہے

ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
ہم کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

وہ ایئر کنڈیشنوں میں بھی خودکشی کر رہے ہیں اور اللہ والے طوفانوں میں بھی ساحل پر ہیں۔ کس طرح ؎

زندگی پُرکیف پائی گرچہ دل پُرغم رہا
ان کے غم کے فیض سے مَیں غم میں بھی بے غم رہا

کیا وجہ ہے کہ یورپ کی گھڑیاں واٹر پروف ہوں اور اللہ والوں کے دل غم

پروف نہ ہوں۔ مجھے اپنا ایک اور شعر یاد آیا ؎

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

کوئی غم آیا دو رکعت پڑھی اور اللہ سے عرض کر دیا اسی وقت نقد سکون مل جاتا ہے۔ کام چاہے دیر سے ہو لیکن دل کو سکون اسی وقت مل جاتا ہے لیکن جن کا تعلق نماز سے نہیں ہے اللہ سے نہیں ہے وہ کیسے مناجات کریں گے، مصیبت ہی میں رہیں گے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ نماز بہت بڑا سہارا ہے پانچوں وقت کی نماز پڑھیے۔ سر کا حق یہ ہے کہ اللہ کے سامنے جھکے۔

ایک حاجی اگر آپ کو ٹوپی دیتا ہے تو آپ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے، آپ نے مجھے مکہ کی ٹوپی پہنا دی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ٹوپی پہنانے والے کا شکریہ تو ادا کیا لیکن جس سر پر تم نے ٹوپی رکھی ہے اس سر بنانے والے کا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے، اگر یہ سر نہ ہوتا تو کیا ٹوپی گردن پر رکھتے۔ لہٰذا سر کا شکریہ یہ ہے کہ سجدہ کرو۔

کیفیتِ سجدۂ اہل اللہ

حضرت مولانا فضل رحمان گنج مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں جب سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمارا پیار لے لیا۔ ایسے ہی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! ہمارے سجدہ کی کیفیت سُن لو۔

لیک ذوق سجدۂ پیشِ خدا
خوشتر آید از دو صد ملکت ترا

خدائے تعالیٰ کے حضور میں ایک سجدہ اتنا مزہ دار ہے کہ دو سو سلطنت سے زیادہ مزہ دار نظر آئے گا مگر کس کو؟ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت تو سیکھو۔ اللہ والوں کی صحبت سے معرفت ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (پ ۱۹ سورۃ فرقان آیت ۵۹) میری معرفت تم کو انہی سے ملے گی جنھوں نے مجھ کو پہچانا ہوا ہے۔ نابینا اگر نابینا کے ساتھ رہے گا تو دونوں اندھے رہیں گے چاہے ایک دوسرے کی لاٹھی پکڑیں مگر گریں گے دونوں کھڈے میں۔ بینا سے تعلق قائم کریں تب ٹھیک چلیں گے۔

تفسیر (۳) اطاعت وفرماں برداری کی آزمائش

تیسری تفسیر

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَسْرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آگے بڑھتا ہے؟

دوستو! جوانی کو اللہ کے لیے دو، یہ نہ سوچو کہ جوانی میں تو مزہ کرلو جب بڈھے ہو جائیں گے تو مولویوں کی بات بھی مان لیں گے پھر ایک دم مسجد میں بیٹھ کر دے تسبیح اور دے نوافل اور یہ حال ہوگا کہ ؎

رند کے رند رہے ہاتھ سے تسبیح گئی

ایسا نہیں۔ سوچئے جب آپ گوشت منگاتے ہیں تو بڈھے بکرے کا گوشت منگاتے ہیں یا جوان بکرے کا؟ جب جوان بکرے کا گوشت اپنے لیے پسند ہے تو اللہ کو بھی اپنی جوانی دیجئے ایسا نہ ہو کہ ؎

پاس جو کچھ تھا وہ صرفِ مے ہُوا
اب نہ کیوں مسجد سنبھالی جائیگی

بخاری شریف کی حدیث ہے جو اپنی جوانی اللہ پر فدا کردے اللہ قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ اب بھی موقع کو غنیمت جانیئے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ ابھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اور زمانہ سے مت ڈرو فرماتے ہیں ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

آیت شریفہ میں عزیز اور غفور کا ربط

آخر میں اللہ تعالے فرماتے ہیں : وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اللہ تعالے عزیز یعنی زبردست طاقت والے ہیں۔ عزیز کے معنی ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِي اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ ایسا قادرِ مطلق جس کو اپنے استعمالِ قدرت میں پوری کائنات مانع نہ بن سکے۔ اللہ جس کو جو دینا چاہتا ہے اور ساری دنیا حسد سے جل کر خاک ہو جاتی ہے مگر اللہ اس کو دے کر رہتا ہے یا نہیں۔

اس آیت میں اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو کسی بڑی طاقت کی طرف سے معافی ملے تو اس کی قدر کرو۔ میری مغفرت کی بے قدری مت کرنا۔ میں اتنا بڑا

طاقت والا ہوں کہ جس کو بخش دوں گا اپنی قدرت سے بخش دوں گا اس میں کوئی مانع نہیں بن سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عزیز کو پہلے نازل کیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں میں عزیز کو پہلے اور غفور کو بعد میں اس لیے نازل کیا تاکہ بندے میری مغفرت کی قدر کریں کہ میں بہت بڑی قدرت و طاقت والا ہوں اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر جنگل میں شیر ناراض ہو جائے اور پھر وہ معاف کر دے اور کہہ دے (OK) جائیے کوئی بات نہیں معاف کر دیا تو آپ اس کا کتنا شکریہ ادا کریں گے کہ جان بچی لاکھوں پائے ورنہ کم بخت ابھی پھاڑ کھاتا اور ایک آدمی مریض ہے لیٹا ہوا ہے اور وہ یہ کہے کہ جاؤ معاف کر دیا۔ آپ اس کی کیا قدر کریں گے کہ سانس تو خود پھولا ہوا ہے معاف نہ بھی کرتا تو کیا بگاڑ سکتا تھا، آپ میں طاقت کیا ہے اور محمد علی کلے معاف کر دے تو بڑی بات ہے ورنہ کلّے پر ایک باکسنگ مارتا دانت توڑ ڈالتا۔

بس آخر میں ایک نصیحت کرتا ہوں جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا مگر کاروبار کو منع نہیں کرتا۔ کار بھی ہو کاروبار بھی ہو مگر دل میں اللہ یار ہو اور اس کی مشق اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے ہو گی۔ صحبتِ صالحین میں رہنے سے ہو گی۔

امریکہ والوں کے لیے پاکستان ہندوستان جانا مشکل ہے تو مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں بفیلو میں قریب ہی ہیں ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب ہیں جو شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ ایم۔بی۔بی۔ایس ڈاکٹر ہو کر اللہ کی محبت سکھا رہے ہیں۔ یہ گویا بہت قریبی ہسپتال (مستشفٰی) ہے۔

دُنیا میں مسافر کی طرح رہو

میں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے محبت کرو، ماں باپ سے محبت کرو، بیوی سے محبت کرو، اللہ والوں سے محبت کرو، اپنی حلال روزی سے محبت کرو لیکن حرام چیزوں کی طرف نظر بھی مت کرو ان کو دیکھنے سے کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ اپنے گھر میں اللہ نے جو بیوی دی ہے اس پر راضی رہو۔ اگرچہ حُسن میں وہ تم سے کچھ کمتر بھی ہے۔ مان لو اماں سے انتخاب کرنے میں غلطی ہوئی تو یہاں کے دن گذار لو انہیں پیار کر لو۔ ماں باپ کی عزت رکھو طلاق مت دو۔ اگر تمہاری بیٹی کے ساتھ ایسا ہو جاتے کہ داماد زیادہ حسین ہو تو تم کیا چاہو گے کیا تمہاری بیٹی کو وہ طلاق دے دے، بس اگر تم اپنی بیوی کو پیار دو گے تو اس کی جزا اللہ تمہیں دے گا اور قیامت کے دن ہماری مسلمان بیویوں کو اللہ تعالےٰ حوروں سے زیادہ حسین کردیں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے روح المعانی میں موجود ہے۔

ہم لوگ پردیس میں ہیں اسٹیشن پر اعلیٰ درجہ کی چائے مت تلاش کرو۔ چائے والا ریلوے اسٹیشن پر اعلان کرتا ہے چائے والا، چائے والا لیکن وہی گرم پانی دے گا۔ اس طرح پان، بیڑی، سگریٹ۔ آپ ہندوستان یا پاکستان کی ریلوے میں سفر کریں تو ایسی آوازیں ملیں گی مگر وہ پان نہیں ملے گا جو آپ کے گھر میں ملے گا۔ دنیا بھی پلیٹ فارم ہے۔ جیسی مل جائے اس پر راضی رہو کسی کو اذیت مت پہنچاؤ۔ خاص کر ماں باپ کی عزت کرو دُنیا میں بھی خوش رہو گے اور کبھی کبھی اپنی فیکٹری اور کارخانوں سے وقت نکال کر خانقاہوں میں اللہ والوں کے پاس جاؤ درد بھرے دل سے کہتا ہوں بس یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ میری آہ و فغاں کو میری محبت کے درد کو جو اللہ نے بغیر استحقاق

اختر کو بخشا ہے سارے عالم میں اس کے نشر کا انتظام فرمائے اور یہ دولت کہاں سے ملی دو نصیحت کرتا ہوں ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

زندگی کا مزہ اگر لینا چاہتے ہو تو اللہ کے عاشقوں میں کچھ دن جینا سیکھ لو ؎

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

اللہ کے عاشقوں سے سیکھا ہے۔ ورنہ اختر بھی آج طبیہ کالج سے پڑھ کر آپ کو گل بنفشہ دیتا اور صبح ہی صبح کسی کا قارورہ (پیشاب) دیکھتا۔ اللہ کا شکر ہے قارورہ دیکھنے کے بجائے اللہ کی محبت کا درد سارے عالم میں پیش کر رہا ہوں کہ ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

یہی اللہ زمین کے اوپر بھی کام آئے گا زمین کے اندر بھی۔

سکھ میں اللہ کو بھولنے کا انجام

کلفٹن کراچی کے ایک بڑے رئیس نے کہا ہم روزہ، نماز نہیں جانتے ہمارے پاس اتنی دولت ہے کہ سات پشت تک کھائے گی۔ بس اس کے بعد ہی اللہ کا غضب آیا اس کے پیٹ میں کینسر پیدا کر دیا اور ایک تولہ جَو کا پانی نلکی کے ذریعہ دیا جاتا تھا۔ گلے میں بھی کینسر کا اثر ہوا کوئی چیز کھا نہیں سکتا تھا اور سوکھ کر ختم ہو گیا۔

سکھ میں اللہ کو یاد رکھنے کا انعام

میرے دوستو! اللہ سے ڈر کر رہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ اللہ کو سکھ میں یاد کرو تاکہ دُکھ میں اللہ تعالیٰ تم کو یاد رکھے اور اگر سکھ میں عیش و عیاشی اور بدمعاشی اور اوباشی میں لگے رہے تو پھر سمجھ لو زندگی ضائع ہو رہی ہے۔

بتاؤ زندگی کی کیا قیمت ہے؟ اگر تم نے زندگی کو مٹی کی عورتوں، مٹی کے سموسے، مٹی کے کباب پر فدا کیا تو زندگی کی قیمت مٹی ہی رہے گی اور اگر اس مٹی کو اللہ پر فدا کیا تو پھر اس کی قیمت ہوگی، پھر یہ مٹی قیمتی ہو جائے گی۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے فیکٹری والو اور پہلوانو! اور اے وزارت کی کرسیوں پر بیٹھنے والو تمہاری کوئی قیمت نہیں۔ قیامت کے دن غلاموں کی قیمت اللہ لگائے گا پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حُسن کی شکلیں بگڑتی رہتی ہیں ان سے دل نہ لگاؤ۔ علی گڈھ کے ایک بزرگ کا شعر سنئے ؎

گیا حُسن خوباں دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس درسِ تفسیر کو اور درد بھرے دل سے جو بیان کرایا اسے قبول فرمائیں۔ میری زبان کو اور دوستوں کے کان کو قبول فرما کر ہم سب کو پورا مقبول و محبوب بنائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○